تصدیق
جلد۰۲شمارہ۰۵،۲۰۲۳

Article

The Nature of Experiences of Structure in the Poems of Hafeez Jalandhri and Akhtar Shirani

حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی کی نظموں میں ہیئت کے تجربوں کی نوعیت

Dr.Muhammad Mohsan(Sahil Sulehry)*[1], Dr. Muhammad Yousaf Awan[2]
[1] Assistant Professor, Department of Urdu, MY University, Islamabad
[2] Assistant Professor, Department of Urdu, University of Sialkot, Sialkot
*Correspondence: sahilsulehry@gmail.com

[1] ڈاکٹر محمد محسن (ساحل سلہری)،ڈاکٹر محمد یوسف اعوان[2]

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، مائی یونیورسٹی، اسلام آباد،[2] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ

ABSTRACT:

Hafeez Jalandhri and Akhtar Shirani are among the young contemporaries of Iqbal. He started writing poems when Iqbal had reached the pinnacle of bound poetry. Hafeez Jalandhri was born on 14 January 1900 in Jalandhar, Punjab. Hafeez started writing poetry at the age of eleven. Hafeez Jalandhri is also famous for creating Shahnama Islam and the national anthem of Pakistan. The overall mood of their poems is gloomy. They set new forms for songs and poems. They create a new order of stanzas in the poem according to their internal emotions, romantic thoughts, and feelings and determine the number of verses in each stanza. They also replace the tapes with a new arrangement.

Akhtar Shirani is a very important poet of romantic mood. He was born on May 4, 1905, in the state of Tonk. Akhtar also started poetry at the age of eleven and twelve years. He came to Lahore in 1921 and entered the Oriental College. Staying in Lahore fueled his poetic taste. The disease had rendered Akhtar Shirani's liver useless. He died in Lahore on September 9, 1948, at the age of 43. Akhtar Shirani changed the conventional forms of the poem to express his feelings and themes. He combined the common forms of Urdu poetry and English poetry. He created new forms. He also made various

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/n4r90863
Received:07-12-2023
Accepted:21-12-2023
Online:28-12-2023

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

KEYWORDS:
Hafeez Jalandhri, Akhtar Shirani, Structure, Experience, Bound Poem, Misra, Kafia ,Stanza, Sonnet, Bahar, Members, Expression of Emotions, Continuity of Thought

changes in the form of syllabary, composition, symmetry, hexagons, squares, and triangles. By increasing or decreasing the verses of the bahar, the stanzas in the poems have been made smaller and larger. He has also changed the rhyme scheme in the poem.

These poets associated with the romantic movement have also maintained a global perspective and created a melody in Urdu poetry with the sound of the local flute and the song of the village girl. The nature and intensity of the structure's experiences in his poems are different. The different forms of songs, the new composition of stanzas of the poem, and the effort to diversify the rhymes and the rhymes are proof of the artistic skills of Hafeez Jalandhri and Akhtar Shirani. He changed the structure of the stanzas to create harmony in the structure of the poem and his ideas. The romantic poetry of Hafeez Jalandhri and Akhtar Shirani was distinguished for making slight changes inbound lines.

اردو کے دو اہم نظم گو شاعر حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی کا شمار علامہ اقبال کے نوجوان معاصرین میں ہوتا ہے۔ ان دو نظم نگاروں نے اس وقت نظم نگاری کا آغاز کیا جب علامہ اقبال پابند نظم کو نقطہ عروج تک پہنچا چکے تھے۔ حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی نے پابند نظم کو اپنے اپنے اسلوب اور ہیئت کے تجربوں سے مقبولیت عطا کی۔ علامہ اقبال کے آخری دور میں شعری افق پر رونما ہونے والے ان دو شعرا نے نہ صرف نظم نگاروں میں مقبولیت پائی بل کہ عوام میں بھی ان کو بے حد پذیرائی ملی۔ حفیظ اور اختر آغاز میں رومانی شاعر کے طور پر مقبول ہوئے لیکن ازاں بعد انھوں نے دیگر موضوعات پر بھی نظمیں لکھیں۔ ان کی نظم کی اہمیت ان کے متعدد ہیتی تجربوں کی وجہ سے بھی ہے۔ حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی کے ہیئتی تجربوں سے ن م راشد، میراجی اور فیض احمد فیض بھی متاثر ہوئے۔

صحافت اور ادبی رسائل سے وابستگی سے ملنے والی شہرت اپنی جگہ لیکن حفیظ جالندھری کو حقیقی شہرت ان کی نظم نگاری سے ملی۔ حفیظ جالندھری اپنی نظموں کی وجہ سے اتنے مقبول ہوئے کہ پورے ملک کے مشاعروں میں انھیں دعوت دی جاتی۔ حفیظ جالندھری کو "شاہنامہ" اسلام اور پاکستان کا قومی ترانہ تخلیق کرنے پر بھی بہت زیادہ شہرت ملی۔ ان کی اردو نظمیں بھی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کی نظموں کا مجموعی مزاج والہانہ ہے اور انھوں نے گیتوں اور نظموں کے لیے نئی نئی ہیئتیں مقرر کی ہیں۔ اس ضمن میں عقیل احمد صدیقی لکھتے ہیں:

”حفیظ جالندھری کی اہمیت یہ ہے کہ انھوں نے نظموں میں "گیت" کا آہنگ پیدا کیا۔ چھوٹی اور مترنم بحروں کے استعمال کے علاوہ بندوں کی نئی ترتیب جذبے کے اتار چڑھاؤ کی پابند ہے۔ اس تجربے سے میر اجی نے خاصا اثر لیا ہے۔“(۱)

حفیظ جالندھری انگریزی شاعری کے اثرات کے باوجود اپنے پرانے Style پر گامزن رہے اور آزاد نظم کے پھیلتے ہوئے رجحان کو قبول نہ کیا۔ ان کا آخری شعری مجموعہ ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا اور وہ ۱۹۸۲ء میں انتقال کر گئے۔ انھوں نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ شعر گوئی کی۔ اس زمانے میں زیادہ تر شعرا ترنم سے کلام پڑھتے تھے حفیظ کی آواز بے حد سریلی تھی غزل میں کامیاب پہچان بنانے کے بعد انھوں نے مترنم اور دلکش نظمیں تخلیق کرنا شروع کیں تو ان کی نظمیں غزلوں سے زیادہ مقبول ہونے لگیں۔ حفیظ کے پہلے مجموعے "نغمہ زار" کی نظم "ابھی تو میں جوان" ہیئت، اسلوب اور موضوع کے اعتبار سے مقبولیت کی بلندیوں کو چھونے لگی اور اسی سال کی عمر بھی مشاعروں میں ان سے فرمائش کر کے سنی جاتی۔ اس گیت نما نظم میں حفیظ نے ارکان کی کمی بیشی نہیں کی سبک بحروں مترنم الفاظ اور رومانی مزاج کی وجہ اس کی نوعیت گیت کی سی ہے۔ نظم میں ہیئت کے تجربے ملتے ہیں۔ اس نظم میں چھوٹے چھوٹے مصرعوں پر مشتمل کل ۱۲ بند ہیں۔ بندوں میں مصرعوں کی تعداد مختلف ہے شاعر کسی ایک قاعدے پر قائم نہیں رہے۔ انھوں نے نظم میں ارکان کی تعداد تو شروع سے آخر تک برقرار رکھی لیکن مصرعوں کی تعداد میں کمی بیشی کرتے نظر آئے ہیں۔ نظم کے کچھ بندوں میں مصرعوں کی تعداد آٹھ آٹھ ہے اور کچھ بند چار چار مصرعوں کے ہیں اس ضمن میں نظم کا نمونہ ملاحظہ کریں:

ہوا بھی خوشگوار ہے
گلوں پہ بھی بہار ہے
ترنم ہزار ہے
بہار پر بہار ہے
کہاں چلا ہے ساقیا
اِدھر تو لوٹ اِدھر تو آ
ارے یہ دیکھتا ہے کیا
اٹھا سبو ، سبو اٹھا(۲)

اس بند کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہیں اور دوسرے چار مصرعے بھی ہم قافیہ ہیں لیکن پہلے چار مصرعوں میں الگ قافیہ استعمال کیا گیا ہے اور دوسرے چار مصرعوں میں مختلف قافیہ ملتا ہے اس طرح یہ اپنی نوعیت کا تجربہ ہے۔ نظم کے ہر دو بند کے بعد تیسرا بند چار مصرعوں کا آتا ہے اور اسی ترتیب سے پوری نظم تخلیق پائی ہے۔ تیسرے بند کا آخری مصرع "ابھی تو میں جوان ہوں" بار بار ٹیپ کے

مصرعے کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ ہر مصرعے میں بحر کے ارکان مفاعلن مفاعلن ہیں۔ ارکان کی یہ تعداد شاعر نے آغاز سے آخر برقرار رکھی۔ اس ضمن میں یہ بند ملاحظہ کیجیے:

یہ کیا گماں ہے بد گماں
سمجھ نہ مجھ کو ناتواں
خیالِ زہد ابھی کہاں
ابھی تو میں جوان ہوں(۳)

نظم "ابھی تو میں جوان" اپنے موضوع، اسلوب اور ہیئت کے اعتبار سے مقبولیت میں سب سے سرِفہرست ہے۔ ان کے شعری مجموعہ "نغمہ زار" میں متعدد نظمیں اسی نوعیت کی ہیں۔ اس مجموعے کی مقبولیت کی وجہ سے خیر پور کے نواب نے حفیظ کو اپنا درباری شاعر بنا لیا لیکن جب انھوں نے ایک ہجویہ نظم "رقاصہ" لکھی تو انھیں ریاست بدر کر دیا گیا۔ یہ نظم حفیظ نے نواب کی ایک منظورِ نظر طوائف کے بارے میں لکھی تھی۔ حفیظ جالندھری کی نظم "رقاصہ" میں بھی ہیئت نے نئے تجربے ملتے ہیں:

اٹھی ہے مغرب سے گھٹا
پینے کا موسم آ گیا
ہے رقص میں اِک مہ لقا
نازک ادا ناز آفریں
ہاں ناچتی جا گائے جا
نظروں سے دل برمائے جا
تڑپائے جا تڑپائے جا
او دشمن دنیا و دیں!(۴)

اس نظم کے دوسرے میں مصرعوں کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

تیرا تھرکنا خوب ہے
تیری ادائیں دل نشیں
لیکن ٹھہر تو کون ہے
او نیم عریاں نازنیں
کیا مشرقی عورت ہے تو

ہرگز نہیں ہرگز نہیں
تیری ہنسی بے باک ہے
تیری نظر چالاک ہے(۵)

حفیظ جالندھری کی نظم مختلف ہیئتوں پر مشتمل ہے۔اس میں مربع، مسدس اور مثنوی کی ہیئتیں استعمال ہوئی ہیں۔اس نظم میں حفیظ کے یہاں ہیئت کے تجربوں کی نوعیت دیکھیں کہ ایک ہی نظم مختلف ہیئتوں میں لکھی ہے۔حفیظ کے شعری مجموعہ "نغمہ زار" کی بہت سی نظمیں اپنے اسلوب کے لحاظ سے گیت لگتی ہیں۔حفیظ اپنے دوسرے شعری مجموعے "سوزوساز" میں بھی گیت نگار کے طور نمایاں ہوئے ہیں۔"تلخابہ ءشیریں" میں گیت اور نظمیں شامل ہیں۔حفیظ نے اپنے شعری مجموعہ "چراغِ سحری"کی نظموں میں ہیئت کے متعدد تجربے کیے ہیں۔ہر نظم میں ہیئت کے تجربے کی نوعیت انفرادیت کی حامل ہے۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، حفیظ جالندھری کی نظم نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "حفیظ کی نغمہ زار سے تلخابہ شریں تک نظموں کے ارتقا پر نظر ڈالیں تو موضوعات کی رنگارنگی کے ساتھ ساتھ ہیئت وبحور کے بے شمار تجربے دکھائی دیتے ہیں۔۔۔ایک رجحان منظریہ نظموں کا ہے جس میں قصیدوں کی روایتی تشبیب کی منظر نگاری کے برعکس گہرے مشاہدے پر مبنی مناظر کی تصاویر پیش کی گئی ہیں۔۔۔دوسری رومذہبی اور اخلاقی نظموں کی ہے جو نغمہ زار سے شروع ہو کر سوزوساز میں ارتقاسے گزرتی ہوئی اور تلخابہ ءشیریں سے ہوتی ہوئی چراغِ سحر تک چلی جاتی ہے۔ تیسری لہر سماجی اور سیاسی نظموں کی ہے جو ابتدائی تین مجموعوں میں بھی موجود ہے لیکن چراغِ سحری میں تیز تر ہو جاتی ہے۔۔۔حفیظ نے معریٰ اور آزاد نظم کو بہت ہی کم اختیار کیا ہے۔پابند نظموں میں کلاسیکی ہیئتوں یعنی قطعہ، مثنوی، مسمط وغیرہ کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ نئی ہیئتوں کے بھی بہت سے تجربات کیے ہیں جو کامیاب ہیں۔"(٦)

"سحر" اور "برسات گیت نما نظمیں ہیں۔ان نظموں میں چھوٹے چھوٹے مصرعوں کے بند ہیں۔دونوں نظموں کی ہیئت مختلف ہے۔نظم "سحر" کے بندوں میں مصرعوں کی تعداد اور ترتیب الگ نوعیت کی ہے جب کہ نظم "برسات" میں مصرعوں کی تعداد اور ترتیب مختلف ہے۔دونوں نظموں میں ترنم اور آہنگ کی نوعیت ایک جیسی ہے۔حفیظ کی اس نوعیت کی دیگر اہم نظموں میں "تیری منزل دور"، "دل ہے پرائے دیس میں"، "بسنت رت"، "درشن درشن میرا" اور جاگ سوزِ عشق جاگ" شامل ہیں۔حفیظ جالندھری نے ان نظموں میں ہیئت کے کامیاب تجربے کیے ہیں۔انھوں نے شعر کے ٹکڑوں کو مناسب تقسیم کیا ہے ٹیپ کے مصرعے کی بامعنی ار مترنم تکرار سے نئی ہیئت پیدا کی ہے۔

حفیظ جالندھری کی نظموں میں ہیئت کے تجربوں کی نوعیت ان کے معاصرین سے مختلف ہے۔ وہ اپنے داخلی جذبوں، رومانی خیالات و احساسات کے اتار چڑھاؤ کی مناسبت سے نظم میں بندوں کی نئی ترتیب بناتے اور ہر بند میں مصرعوں کی تعداد کا تعین کرتے تھے۔ وہ ٹیپ کے مصرعے بھی نئی ترتیب کے ساتھ لگاتے تھے۔ انھوں نے جدید اردو نظم میں بندوں کی نئی ترتیب کو متعارف کروایا۔ انھوں نے مصرعے کے اندر موسیقی بیدار کی، مترنم اور رواں بحور کا استعمال نئے انداز میں کیا۔ انھوں نے شعر کے موضوع اور مضمون کے لحاظ سے بحروں کا انتخاب کیا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے بہت کم استعمال ہونے والی بحروں کا استعمال کیا ہے۔ انھوں نے موضوع کی نسبت لَے پیدا کرنے کے لیے نظم کی نئی ہیئتیں تخلیق کی ہیں۔ حفیظ جالندھری کی نظموں میں ہیئت کے تجربات کی نوعیت کے ضمن میں ن م راشد لکھتے ہیں:

> "حفیظ نے ایک طرف نغمہ زار اور سوز و ساز کی نظموں میں گویا نظیر اکبر آبادی کی روح اور عظمت اللہ خاں کے جسم کو اپنایا ہے اور دوسری طرف مروجہ انگریزی شاعری کے آہنگ سے استفادہ کیا ہے۔ جہاں وہ ہندوستانی مناظر کو ذہن میں رکھ کر شعر کہتے ہیں وہاں ان کی موسیقی ہندوستانی ہے اور جہاں ہندوستانی پس منظر مفقود ہوتا ہے وہاں ان کی شاعری میں انگریزی آہنگ آنے لگتا ہے۔ حفیظ نے اردو شاعری (نظم) کو ایک نئی موسیقی بخش دی ہے جو غزل کے مجرد صوتی آہنگ سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔"(۷)

نظم میں بحر کے ارکان کی تقسیم اور ہیئت کا تسلسل نہ رکھنا حفیظ کے یہاں بہت ملتا ہے۔ حفیظ کے ہاں بحر کے ارکان کی تقسیم، مصرعوں کی بندش و ترتیب اور ہیئت کا ایک غلط تصور ملتا ہے لیکن یہ غلط تصور ان کے یہاں ہیئت کے تجربوں کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ضمن میں دیکھا جائے تو حفیظ کی نظم "اندھی جوانی" میں بحر کے ارکان کی تقسیم فنکارانہ مہارت، حسن اور سلیقگی سے کی گئی ہے۔ نمونے کے طور پر نظم کا ایک بند ملاحظہ کریں:

گھٹائیں چھائی ہیں گھنگھور
گھٹائیں چھائی ہیں گھنگھور
گھٹائیں کالی کالی
خوب برسنے والی
متوالی پر شور
گھٹائیں چھائی ہیں گھنگھور
گھٹائیں چھائی ہیں گھنگھور(۸)

حفیظ جالندھری نے نظم کے اولین بند میں اپنی مرضی سے بحر کے ارکان کی تقسیم کی ہے اور مصرعوں کو مکرر کیا ہے انھوں نے ٹیپ کے مصرعے بھی نئے انداز میں لگائے ہیں کہیں کہیں انھوں نے ٹیپ کے مصرعوں میں بحر ارکان بھی تقسیم کر دیے ہیں۔ ہر بند نئے انداز اور ہیئت پر مشتمل ہے۔ کہیں کہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے حفیظ کے یہاں نظم میں بندوں اور بندوں میں مصرعوں اور مصرعوں میں الفاظ و ارکان کی ترتیب و توازن کا کوئی قاعدہ اور پیمانہ نہیں۔ ان کا اختصاص یہ ہے کہ وہ پابند نظم نگاری میں بھی آزاد منشا ہیں۔ ان کے یہاں مروجہ پابندیوں کی قطعی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ جہاں سے چاہیں جس ہیئت میں چاہیں نظم کا آغاز کر دیتے ہیں۔

حفیظ نے نظم "اندھی جوانی" میں بیک وقت ہیئت کے کئی تجربے کیے ہیں۔ ایک تو انھوں نے پہلے بند کے آغاز پر پہلے مصرعے کو دو مصرعوں میں مکرر کیا ہے اور پھر بند کے آخر پر بند کے پہلے مصرع کو ٹیپ کے طور استعمال کیا ہے لیکن ایک مصرع کے ارکان کو توڑ کر استعمال کیا ہے۔ نظم کے دوسرے بند کے پہلے دونوں مصرعے ہم قافیہ تو ہیں لیکن الگ الگ ہیں۔ تیسرے بند میں پہلے بند کی طرح بند کے شروع والے مصرعے ایک سے ہیں یعنی ایک ہی مصرع کو دوبار لکھا گیا ہے (جوانی لے آئی برسات / جوانی لے آئی برسات) اسی مصرعے کو ٹیپ کا مصرع بنایا ہے۔ نظم کے چوتھے بند کی ترتیب و نوعیت دوسرے بند جیسی ہے جب کہ پانچویں بند کی ترتیب پہلے اور تیسرے بند جیسی ہے نظم کے آخری بند کی ترتیب دوسرے اور چوتھے بند جیسی ہے۔ حفیظ نے نظم کے پہلے تیسرے اور پانچویں بند کی ترتیب و ہیئت ایک جیسی بنائی ہے یعنی ان بندوں میں بحر کے ارکان کو تقسیم کیا گیا ہے جب کہ دوسرے چوتھے اور چھٹے بند میں ترتیب الگ ہے ان میں ٹیپ کے مصرعے بھی الگ طرز میں استعمال ہوئے ہیں۔ حفیظ ایک ہی نظم میں ہیئت کے دو دو تین نمونے پیش کرتے ہیں۔ ان کے ٹیپ کے مصرعے بھی دو دو تین تین انداز کے ہیں۔ حفیظ جالندھری نے نظموں میں بندوں اور مصرعوں کی نئی ترتیب رائج کرنے کے لیے ہیئت کے تجربے کیے ہیں۔ ان کے قافیوں اور مصرعوں کا سائز اور ترتیب منفرد نوعیت کی ہے۔ انھوں نے بندوں کی تشکیل، مصرعوں کی تعداد اور ارکان کی تقسیم کر کے مصرعے کو مزید ٹکڑے بنا کر نئی ہیئتیں قائم کی ہیں۔ حفیظ چوں کہ رومانوی مزاج کے حامل شاعر تھے اس لیے انھوں نے ہیئت کے مروجہ اصولوں میں تبدیلی کی ہے۔ رومانوی تحریک سے متاثر ہونے والے نظم نگاروں نے ہیئت کے مختلف تجربے کیے ہیں۔ ان کے ہیئتی تجربوں کی نوعیت کے حوالے سے احتشام حسین رقمطراز ہیں:

> "نظموں میں بند کی نئی ترکیبیں، ترجیع بند اور ترکیب بند میں تنوع پیدا کرنے کی کوششیں اس رومانی عہد کا پتہ دیتی ہیں جب جذبات تغیر کے سانچے میں ڈھلنا چاہتے تھے لیکن ان کے لیے کوئی عقبی زمین تیار نہ تھی۔ آزادی کی کسی مخصوص تحریک کی باقاعدہ حمایت حاصل نہ تھی دنیا میں ہیئت کے جو تجربے ہو رہے تھے ان سے پوری طرح واقفیت نہ تھی۔"(۹)

حفیظ جالندھری نے اردو نظم میں لے کاری کرنے کے لیے عروض اور بحور میں رہتے ہوئے ارکان کی تقسیم کی ہے۔ ہیئت کے اس نئے تجربے سے حفیظ نے نظم اور گیت میں قائم فرق کو ختم کر دیا۔ انھوں نے جب نظموں میں جو طویل ردیفیں اور مسلسل قافیے ایک

لفظ بدل کر مصرعوں کی مکرر شکلیں بنائیں تو ان کی متعدد نظمیں گیتوں کا روپ اختیار کر گئیں۔ نظم "اندھی جوانی" کے علاوہ "حسن اور موت" اور "الفت کا اظہار" اس قبیل کی اہم نظمیں ہیں۔ حفیظ کے یہاں ترنم اس قدر زیادہ ہے کہ ان کی نظمیں نغمہ لگنے لگتی ہیں۔ حفیظ جالندھری کی نظم نگاری کا ایک اختصاص یہ بھی ہے کہ انھوں نے کلاسیکی ہیئتوں میں تبدیلی کر کے نئ ہیئتیں تشکیل دی ہیں۔ انھوں نے حضرت امام حسینؑ کا مرثیہ "شہسوارِ کربلا" ایک نئی ہیئت میں تخلیق کیا ہے:

یہ جس کی ایک ضرب سے
کمالِ فنِ حرب سے
کئی شقی گرے ہوئے
تڑپ رہے ہیں کرب سے
غضب ہے تیغہء دوسر کہ ایک ایک وار پر
اٹھی صدائے الاماں، زبانِ شرق و غرب سے
یہ بالقیں حسینؑ ہے
نبیؐ کا نورِ عین ہے(۱۰)

حفیظ کا مرثیہ "شہسوارِ کربلا" چھ بندوں پر مشتمل ہے۔ ہیئت کے اعتبار سے تمام بند ایک خاص ترتیب و ساخت میں تشکیل ہوئے ہیں۔ پہلے بند کے آخری دو مصرعوں (یہ بالیقیں حسینؑ ہے / نبیؐ کا نورِ عین ہے) کو نظم کے اگلے بندوں میں ٹیپ کے مصرع کے طور پر دہرایا گیا ہے۔ اس نظم میں ہیئت کا تجربہ یہ ہے کہ بحر کے کچھ مصرعوں میں بحر کے ارکان مفاعلن مفاعلن کو دو دو بار کچھ مصرعوں میں چار چار بار استعمال کیا ہے۔ حفیظ نے نظم کی مروجہ ہیئت میں بحر کے ارکان کی تعداد میں کمی بیشی کر کے نیا ہیئتی تجربہ کیا ہے۔ بحور اور عروض کے اندر رہتے ہوئے حفیظ کا ارکان کی کمی بیشی اور مصرعوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا آزاد نظم پیش رو ثابت ہوا ہے۔ حفیظ کے مرثیے "شہسوارِ کربلا" میں بھرپور غنائیت نظر آتی ہے اور اس پر انگریزی شاعری کی فارم اسٹینزا کے اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر عنوان چشتی رقمطراز ہیں:

> "شہسوارِ کربلا میں بحر کا آہنگ بنیادی جذبہ سے ہم آمیز ہو کر رجز کی سی کیفیت پیدا کرتا ہے---یہ مرثیہ وحدتِ تاثر کی بنا پر بہترین تجربہ اور اردو مرثیوں میں ایک منفرد اور ممتاز جگہ رکھتا ہے۔"(۱۱)

حفیظ جالندھری نے خاص طور سے بندوں کی ساخت میں واضح تبدیلی کی ہے انھوں نے ارکان گھٹا بڑھا کے ہیئت کے تجربے کیے ہیں۔ اختر شیرانی رومانوی مزاج کے بڑے اہم نظم گو شاعر تھے۔ وہ ۴ مئی ۱۹۰۵ء کو ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام محمد

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

داؤد خاں تھا۔ وہ پروفیسر محمود شیرانی کے بیٹے تھے۔ وہ ۴۳ برس کی عمر میں ۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ ڈاکٹر یونس حسنی، اختر شیرانی کی نظم کی جملہ خصوصیات اور ہیئت کے تجربوں سے متعلق لکھتے ہیں:

"رومانی نقطہء نظر نے اردو ادب میں ایک تحریک کی حیثیت حاصل کر لی تھی اور اختر اس تحریک کے علمبردار تھے۔ انھوں نے انگریزی رومانی شاعری کی جملہ خصوصیات کو اپنے فن میں سمیٹ لیا۔ ان کے یہاں تخیل کی فراوانی، انفرادیت، ماضی پرستی، سادگی، فطرت سے لگاؤ، معصومیت سے دلچسپی، جلال وجمال آفرینی، نغمہ باری اور ہیئت کے تجربوں میں تجربوں کی وہ تمام خصوصیات پائی جاتی جو انگریزی رومانی شاعری کا خلاصہ ہیں۔"(۱۲)

اختر شیرانی نے سیاسی وسماجی موضوعات کو نظموں میں شامل کیا ہے۔ انھوں نے قوم کی اصلاح اور تحریک آزادی کو تقویت دینے کے لیے نظمیں کہی ہیں۔ انھوں نے حفیظ جالندھری کی طرح بچوں اور عورتوں کے لیے بھی نظمیں لکھی ہیں۔ اختر کے عہد میں ہندوستان میں مختلف تحریکیں اپنے عروج پر تھیں۔ ان تحریکوں کا مختلف انداز میں ادب پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ موضوعاتی رنگارنگی اور اپنے جذبات کے اظہار کے لیے اختر شیرانی نے نظم کی مروجہ ہیئتیں ہی تبدیل کر دیں۔ اختر شیرانی نے نظم کی ہیئت میں حتی المقدور تبدیلیاں کیں۔ انھوں نے سانیٹ کی ہیئت کا تجربہ کیا۔

انھوں نے اپنے شعری اظہار کے لیے اردو نظم میں ہیئت کے متعدد تجربے کیے۔ انھوں نے نظم کی مروجہ ہیئتوں اور انگریزی شاعری کو ملا کر نئی ہیئتیں تشکیل کی گئی۔ حفیظ جالندھری کی طرح انھوں نے بھی ترجیع بند، ترکیب بند، مسمط، مخمس، مسدس، مربع اور مثلث مختلف تبدیلیاں کی ہیں۔ بحر کے ارکان میں کمی بیشی کر کے نظموں میں مصرعوں کو چھوٹا بڑا کیا ہے۔ انھوں نے نظم میں قافیے کی ترتیب میں بھی تبدیلی کی ہے۔ حفیظ جالندھری کی طرح انھوں نے نظم کے ہر بند میں مصرعوں کی ترتیب میں تبدیلی نہیں کی بل کہ ہر بند میں مصرعوں اور ارکان کی تقسیم یکساں رکھی ہے۔ اختر شیرانی کی نظم میں ہیئتی تجربوں کے ضمن میں ڈاکٹر یونس حسنی رقمطراز ہیں:

"اپنے جذبات فراواں کی پیش کش کے لیے انھوں نے نئی نئی راہیں تلاش کی ہیں۔ ان کے جذبات تیز رو پانی کی دھار کی طرح ہیں جو نشیب پاتا ہے بہ لیتا ہے۔"(۱۳)

اختر شیرانی نے مختلف ہیئتوں میں نظم نگاری کی ہے۔ انھوں نے مروجہ ہیئتوں کو من وعن استعمال نہیں کیا بل کہ مہارت اس میں تبدیلی کی ہے اگر کہیں روایتی ہیئت کا استعمال کیا ہے تو اس انداز میں کیا ہے کہ اس کا موضوع قدیم سے ہم آہنگ نہیں رہتا۔ انھوں نے نظم میں پورے پورے مصرعوں کے ساتھ آدھے آدھے ہم قافیہ مصرعے لگا کر نئی ہیئت بنائی ہے اس ضمن میں اختر کی نظم "اے عشق کہیں لے چل" ملاحظہ کریں:

اک ایسی فضا جس تک غم کی نہ رسائی ہو

دنیا کی ہوا جس میں صدیوں سے نہ آئی ہو
اے عشق جہاں تو ہو اور تیری خدائی ہو
اے عشق وہیں لے چل
اے عشق کہیں لے چل
اک ایسی جگہ جس میں انسان نہ بستے ہوں
یہ مکرو جفا پیشہ حیوان نہ بستے ہوں
انساں کی قبا میں یہ شیطان نہ بستے ہوں
تو خوف نہیں لے چل
اے عشق کہیں لے چل(۱۴)

اختر شیرانی کی نظم "اے عشق کہیں لے چل" اٹھارہ بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر بند میں مصرعوں کی تعداد اور ترتیب ایک جیسی ہے۔ ہر بند میں مصرعوں کی تقسیم اور بحر کے ارکان یکساں رہے ہیں۔ حفیظ جالندھری کے یہاں ہر بند میں مصرعوں کی تعداد اور ترتیب میں تبدیلی نظر آتی ہے لیکن اختر جب کسی مروجہ ہیئت میں تبدیلی کرتے ہیں تو پھر اس نظم کو شروع سے آخر تک اسی ایک ترتیب میں تخلیق کرتے ہیں۔ اختر شیرانی کی یہ نظم مربع کی ہیئت میں ہے لیکن انھوں نے ایک مصرع کو توڑ کر دو مقفیٰ مصرعے بنا کر نئی ہیئت کا تجربہ کیا ہے۔ اب یہ نظم مربع نہیں رہی۔ انھوں نے اپنے خیال کے تسلسل کے لیے یا تو ایک ہی مصرعے کو دہرایا ہے یا ایک مصرعے کو توڑ کر دو مقفیٰ مصرعے بنا دیے ہیں۔ یوں اختر شیرانی کی نظموں میں گیتوں کا آہنگ ملتا ہے۔ یوں اختر نے مروجہ ہیئتوں کی من وعن پابندی کی اس بارے میں ڈاکٹر یونس حسنی مزید لکھتے ہیں:

"اختر نے اصناف سخن کی قدیم اقدار سے کام ضرور لیا ہے لیکن حسب ضرورت ان میں ردوبدل کر کے انھیں نئے جامے پہنائے ہیں۔ اختر نے ان اصناف کو اس طرح استعمال کیا ہے کہ وہ نہ تو قدیم تصور کے ساتھ اپنی صنفی حیثیت برقرار رکھ سکی ہیں اور نہ کوئی جدید شکل ظہور میں آئی ہے بلکہ یہ اصناف ان دونوں صورتوں کی درمیانی شکل ہیں۔"(۱۵)

اختر شیرانی اور حفیظ جالندھری کے ان ہیئتی تجربوں نے آزاد نظم کو مزید فروغ دیا۔ کیوں کہ انھوں نے روایتی ہیئتوں کی جب مکمل پابندی نہیں کی تو ان کی نظمیں آزاد نظم کی پیش رو ثابت ہوئیں۔ جس طرح سے ان دو نظم نگاروں نے بحر کے ارکان کو اپنی مرضی سے اپنے جذبات کے اظہار اور خیال کے تسلسل کے ساتھ برتا ہے۔ یعنی جہاں خیال ختم ہوا وہیں بند مکمل کر دیا جہاں خیال کا تسلسل رکتا محسوس ہوا وہاں بند میں مصرعوں کی تعداد بڑھا دی، مصرعے مکرر کر دیے یا مصرعے کو توڑ کر دو ہم قافیہ مصرعے بنا دیے۔ اختر کی اس نوع کی چند اہم

نظموں میں "اے عشق ہمیں برباد نہ کر"، "ساقی اٹھ تلوار اٹھا"،: ساقی سے "، "تجھے مجھ سے پیار کیوں ہے"، "برکھارت"، "او دیس سے آنے والے بتا" اور "ابر رواں" ہے۔ نظم "او دیس سے آنے والے بتا" میں تین ہم قافیہ مصرعوں کے بند کے شروع اور آخر میں ایک آدھے مصرع کی تکرار ہے اس سے یہ نظم مثلث نہیں رہی اور نہ ہی کوئی نئی ہیئت ظہور پائی ہے محض خیال کے تسلسل اور روانی کے لیے اختر نے بند کے شروع اور آخر میں "او دیس سے آنے والے بتا" یہ مصرع لگایا ہے۔ اختر اور حفیظ کی نظم نگاری کا یہ اختصاص ہے کہ وہ خیال کے تسلسل، روانی اور جذبات کے اظہار کو اہمیت دیتے ہیں ان کے یہاں ہیئت یا نظم کی خارجی شکل ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔

او دیس سے آنے والے بتا
کیا اب بھی وطن میں ویسے ہی سرمست نظارے ہوتے ہیں؟
کیا اب بھی سہانی راتوں کو وہ چاند ستارے ہوتے ہیں؟
ہم کھیل جو کھیلا کرتے تھے، کیا اب بھی وہ سارے ہوتے ہیں؟
او دیس سے آنے والے بتا(۱۶)

اختر شیرانی نے نظم "ابر رواں" میں چار چار مصرعوں کے بعد "اے ابر رواں کا ٹکڑا مکرر کیا ہے۔ اس سے انھوں نے خیال کا تسلسل قائم کیا ہے اب اس نظم کو بھی مربع نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی یہ کوئی نئی ہیئت تشکیل پائی ہے۔ نمونے کے طور پر یہ بند ملاحظہ کریں:

اے ابرِ رواں، جا سوئے وطن، جا سوئے وطن، اے ابرِ رواں
اور چوم آ جا کر روئے وطن، ابروئے وطن، اے ابرِ رواں
دامن میں چھپا لا، بوئے وطن، خوشبوئے وطن، اے ابرِ رواں
اے ابرِ رواں جا سوئے وطن، اے ابرِ رواں
اے ابرِ رواں(۱۷)

اردو نظم میں مروجہ طور پر ترجیع بند میں ایک شعر کی گرہ لگاتے ہیں لیکن اختر شیرانی نے اپنی متعدد نظموں میں بجائے ایک شعر کے ایک مصرع کی گرہ لگائی ہے۔ جیسا کہ "دیکھو! وہ کوئی جوگن جنگل میں گا رہی ہے" اس طرح سے انھوں نے مصرعوں کی تکرار کی ہے۔ نظم "جوگن" کے ہر بند کے آخر پر اسی ایک مصرع کو مکرر کیا گیا ہے حالاں کہ عام طور پر پورے شعر کی تکرار ہوتی ہے۔ اختر شیرانی نے نظم کی خارجی شکل کو بدل دیا ہے۔ انھوں نے ہیئت میں اجتہاد اور ترنم پیدا کیا ہے۔ حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی کے یہاں ہیئت کے تجربے اپنی نوعیت کے ہیں۔ یہ ہیئتی تجربے انھی کی ایجاد ہیں اور انھی پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اختر شیرانی کی اس نوع کی چند اہم نظموں میں "نغمہ زندگی"، "بستی کی لڑکیوں میں" اور "دیکھ اے کنول کے پھول" شامل ہیں۔ ہیئت کے تجربوں کے ضمن میں ان کی نظمیں "صبح

بہار"، "رقاصہ" اور "نوائے گل" بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے مثلث کی ہیئت میں ایک نیا تجربہ کیا ہے۔ اس حوالے سے نظم "جہاں ریحانہ رہتی تھی!" اہم ہے:

یہی وادی ہے وہ ہمدم ، جہاں ریحانہ رہتی تھی
وہ اس وادی کی شہزادی تھی اور شاہانہ رہتی تھی
کنول کا پھول تھی ، سنسار سے بیگانہ رہتی تھی
نظر سے دور ، مثلِ نکہت مستانہ رہتی تھی(۱۸)

اختر شیرانی نے اپنے آپ کو باغی شاعر ثابت کرنے کے لیے روایتی رومانوی نظم گوئی میں تصور عورت اور ہیئت کے تجربے کی طرف بڑھے۔ ایسا انھوں نے انگریزی رومانوی شعرا سے متاثر ہو کر اور جدت کی خواہش کے پیش نظر کیا۔ رومانوی شاعری چوں کہ انسانی فطرت، خیالات، جذبات اور احساسات کا نام ہے اس لیے انھوں نے جذباتی اظہار اس تسلسل کے ساتھ کرتے ہیں کہ وہ نظم کی خارجی شکل کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ وہ جذباتی اور خیالی دنیا کی عکاسی، فطرت کا قرب، دھرتی کی خوشبو اور وطن کی حسیناؤں کا ذکر کرتے ہوئے ہیئت کی رکاوٹیں اور پابندیاں عبور کر جاتے ہیں۔ ایسا وہ خیالات کے بہاؤ میں دانستہ کر جاتے ہیں۔ ان کی رومانوی خیالات کسی ایک مخصوص ہیئت کے تابع نہیں رہ سکتے تھے۔ اس لیے انھوں نے نظم کی ساخت اور خارجی شکل کو اپنی جذباتی دنیا حائل نہیں ہونے دیا اختر شیرانی کی نظموں میں ہیئت کے تجربوں کے بارے میں ڈاکٹر محمد یٰسین آفاقی لکھتے ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ ان (اختر شیرانی) کے کلام میں ہیئتوں کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ انھوں نے جس قدر ہیئتوں میں طبع آزمائی کی ہے اتنی اردو کے کم ہی شعرا کے حصے میں آئی ہے۔ انھوں نے ہیئت کو اس کی خارجی شکل میں برتا بھی ہے تو اس کی روح معانی اس ہیئت کے قدیم تصور سے ہم آہنگ نہیں ہے۔"(۱۹)

اختر شیرانی نے سانیٹ نگاری میں بھی ہیئتی تبدیلیاں کی ہیں انھوں نے پٹرارکی سانیٹ میں قافیہ کی مروجہ ترتیب کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ وہ اردو سانیٹ میں نئی ہیئت لے کر آئے ہیں۔ انھوں نے مثمن میں تو قافیہ کی ترتیب پٹرارکی سانیٹ جیسی رکھی ہے لیکن مسدس ان کے قافیہ کی ترتیب مختلف نوعیت کی ہے۔ اختر نے ہیئت کے لحاظ سے مسدس میں تبدیلی کی ہے۔ شیرانوی سانیٹ سے متعلق ڈاکٹر حنیف کیفی لکھتے ہیں:

"آخری دو ہم قافیہ مصرعوں کی بیت اسے وایٹ کے سانٹوں سے مماثل کرتی ہے لیکن اس سے پہلے کے چار مصرعوں میں دو نئے قافیوں کی ترتیب کا جو مثمن کے مربعوں کی ترتیب کے مطابق

ہے، اختر کی ایجاد ہے۔ یہ اختر شیرانی کی مرغوب ہیئت ہے اور اس کے بکثرت و باسلیقہ استعمال میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں۔"(۲۰)

حسن و عشق کا بیان، ترنم، شعریت اور رومان انگیز فضا اختر شیرانی کے سانٹوں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ان کے سانٹوں پر انگریزی اثرات اس لیے نظر آتے ہیں کیوں کہ سانیٹ انگریزی شاعری کی ہیئت ہے۔ فطرت کی شوخ رنگینیاں اور وطن کی مچلتی، بھڑکتی، تڑپتی اور لہراتی حسینائیں ان کی نظم کی ہیئتیں تبدیل کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے خیالات مربوط رکھنے کے لیے نظم کی خارجی شکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بیسویں صدی کے ان دو نظم نگاروں کی نظمیں اردو ادب میں اہمیت اختیار کر چکی ہیں۔ رومانوی تحریک سے وابستہ ان دو شعرا نے عالمی تناظر بھی برقرار رکھا ہے اور مقامی بانسری کی آواز اور دیہاتی لڑکی کے گیت سے بھی اردو نظم میں نغمگی پیدا کی ہے۔ ان کی نظموں میں ہیئت کے تجربوں کی نوعیت اور شدت مختلف ہے۔ ان کے گیتوں کی مختلف شکلیں، نظم کے بندوں کی نئی ترکیب سازی، ترکیب بند اور ترجیع بند نظموں میں تنوع کی کام یاب کوشش حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی کی فنی مہارت کا ثبوت ہیں۔ انھوں نظم کی ہیئت اور اپنے خیالات میں ہم آہنگی پید کرنے کے لیے بندوں کی ساخت کو تبدیل کر دیا۔ حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی کی رومانوی شاعری پابند ہیئتوں میں ہلکی تبدیلیاں کرنے کی وجہ سے ممتاز ہوئی۔

حوالہ جات

۱۔ عقیل احمد صدیقی، جدید اردو نظم نظریہ و عمل، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص۴۹

۲۔ حفیظ جالندھری، کلیاتِ حفیظ جالندھری، مرتب، خواجہ محمد زکریا، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۶۷

۳۔ ایضاً، ص۷۷،۶۷

۴۔ ایضاً، ص۳۶۹

۵۔ ایضاً، ص۳۶۹

۶۔ خواجہ محمد زکریا، مقدمہ، مشمولہ، کلیات، حفیظ جالندھری از حفیظ جالندھری لاہور الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۳۵

۷۔ شیما مجید، مرتب، مقالاتِ راشد، اسلام آباد: الحمرا پبلشنگ، ۲۰۰۲ء، ص۴۰۸

۸۔ حفیظ جالندھری، کلیاتِ حفیظ جالندھری، مرتب، خواجہ محمد زکریا، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص۲۸۷

۹۔ احتشام حسین، تنقیدی جائزے، الہ آباد: الہ آباد پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۱ء، ص ۲۲۵

۱۰ حفیظ جالندھری، کلیاتِ حفیظ جالندھری، مرتب، خواجہ محمد زکریا، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۲۶۲

۱۱۔ عنوان چشتی، ڈاکٹر، اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے، لاہور: تخلیق مرکز، س۔ن، ص ۱۲۰

۱۲۔ اختر شیرانی، کلیاتِ اختر شیرانی، مرتب، ڈاکٹر یونس حسنی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۳، ۱۴

۱۳۔ یونس حسنی، ڈاکٹر، اختر شیرانی اور جدید ادب، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۴۴۱

۱۴۔ اختر شیرانی، کلیات اختر شیرانی، مرتب، ڈاکٹر یونس حسنی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۹۳، ۹۲

۱۵۔ یونس حسنی، ڈاکٹر، اختر شیرانی اور جدید ادب، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۱۹۷۶ء، ص ۴۴۳، ۴۴۲

۱۶۔ اختر شیرانی، کلیات اختر شیرانی، مرتب، ڈاکٹر یونس حسنی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص ۱۷۷

۱۷۔ ایضاً، ص: ۳۰۸

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۸۵

۱۹۔ محمد یٰسین آفاقی، ڈاکٹر، جدید اردو نظم میں ہیئت کے تجربے، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۲۲۸

۲۰۔ حنیف کیفی، ڈاکٹر، مرتب، اردو سانیٹ، تعارف وانتخاب، یونیورسل بکس، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۳۳